دُکھیا بانو چلاؤت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو

دُکھیا بانو چلاؤت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو
اے کربل ہم کا لوٹ لیو جی بھر کے ہائے ستائے لیو

اے لال ہوئے کیوں مجھ سے خفا بتلاؤ تو اصغر میری خطا
یہ سچ ہے تمہیں پانی نہ ملا مجبور مگر تھی یہ دکھیا
کیوں بن میں ماں کو چھوڑ گیو اور آپن گور بسائے لیو

بیٹا علی اکبر سن لو ذرا کچھ دھیان ہے چھوٹے بھائی کا
کم سن ہے ابھی یہ ماہ لقا ہے رات بھیانک اور صحرا
گر نیند سے ڈر کر چونک پڑے تم دھر کر ہاتھ بہلائے لیو

چھ ماہ کے سن میں دودھ چھوٹا ماں چھوٹ گئی چھوٹا جھولا
گردن پہ ستم کا تیر لگا اُف چلو بھر پانی نہ ملا
اس ننھے سے سن میں اے بیٹا تم کیا کیا رنج اٹھائے لیو

وہ سوز عطش وہ پھول سی جاں وہ سوکھے لب وہ خشک زباں
وہ تیر چلا کر کے وہ کماں ھمت پہ تیری سب تھے حیراں
ھنستے ہوئے اے پیاسے اصغر تم تیر گلے پر کھائے لیو

ہے رات بھیانک نور نظر ، اور سونا جنگل اے دلبر
چین آئیگا بن ماں کیونکر غربت پہ تیری پھٹتا ہے جگر
تنہائی میں جب دم گھبرائے ماتا کو پاس بلائے لیو

کیا شوقِ شہادت تھا اصغر تھے دیر سے جھولے میں مضطر
حسرت کی نظر تھی سوئے پدر کھائی نہ ترس مجھ دکھیا پر
آغوش میری وِیراں کرکے جنگل کی گود بسائے لیو

✲✲✲✲